اکائی 12 غالب کی انفرادیت

ساخت

12.1 اغراض ومقاصد

12.2 تمہید

12.3 غالب کے حالات زندگی

12.4 غالب کی شعری انفرادیت

12.5 غالب کی نثری انفرادیت

12.6 آپ نے کیا سیکھا

12.7 اپنا امتحان خود لیجیے

12.8 سوالات کے جوابات

12.9 فرہنگ

12.10 کتب برائے مطالعہ

12.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ

- غالب کی زندگی اور شخصیت سے واقف ہوں گے
- غالب کی شعری انفرادیت کا جائزہ لیں گے
- غالب کی نثری انفرادیت کا جائزہ لیں گے
- غالب کی شعری ونثری اسلوب سے واقفیت حاصل کریں گے

12.2 تمہید

1858ء کے بعد اردو شعر وادب میں زبردست تبدیلی آئی گرچہ اس تبدیلی کا آغاز ایک صدی قبل ہو چکا تھا، لیکن اٹھارویں صدی میں اس نے زور پکڑنا شروع کیا، اور 1857ء تک آتے آتے یہ نقطہ عروج پر پہنچ گیا۔ حالات بدل رہے تھے اور ہندوستانی سماج وسیاست ایک نئے دور سے گزر رہا تھا۔ اس تبدیلی کا اثر علم وادب پر بھی پڑنا لازمی تھا چنانچہ اس دور کے علماء، ادباء، شعراء تمام لوگ اس گراں

باری وقت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اردو کے مایہ ناز شاعر وادیب مرزا اسداللہ خاں غالب نے ایسے ہی مشکل دور میں اپنی آنکھیں کھولیں، اپنے آس پاس کے حالات کو انگیز کیا اور ان ہی حالات کے زیر اثر ان کی شخصیت پروان چڑھی۔ ان حالات کا ان کی زندگی پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ روایتی اور فرسودہ خیالات سے الگ ہٹ کر اپنی راہ منفرد نکالی اور نئی روش نئے خیالات کو اپنی شاعری اور فن میں جگہ دی۔ گرچہ اس تبدیلی کا اثر اس دور کے شعرا و ادبا کے یہاں بھی نظر آتا ہے۔ لیکن غالب کے یہاں اس کا اثر سب سے گہرا اور منفرد ہے۔

12.3 غالب کے حالات زندگی

مرزا اسداللہ خاں غالبؔ اردو شعر و ادب میں ایک انفرادی حیثیت کے مالک ہیں۔ آج اس سے پوری دنیا اتفاق کرتی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے یہ انفرادیت ان کے یہاں آئی کیسے؟ یہ اجتہادی اور انفرادی رویہ جس نے غالب کو غالب بنایا وہ ان کی زندگی میں کس طرح سرایت کیا۔ تو اس کا جواب جاننے کے لیے زندگی کے حالات اور عہد کا جاننا لازمی ہے کیوں کہ شخصیت اپنے سماج میں ہی پرورش پاتی ہے۔ اور کسی بھی شخصیت کا اس کے فن سے نہایت گہرا رشتہ ہوتا ہے۔

یہ بات آج تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ غالبؔ کے آبا و اجداد کا تعلق سمرقند سے تھا اور وہ لوگ وہیں سے ہندوستان تشریف لائے۔ جیسا کہ ایک خط میں خود مرزا غالب نے اعتراف کیا ہے کہ 'میرا سلسلۂ نسب فریدوں سے ملتا ہے'۔ ان کے دادا کا وطن سمرقند تھا وہ شاہ عالم کے زمانے میں سمرقند سے ہندوستان تشریف لائے۔ ان کے چار بیٹے جن میں ایک کا نام مرزا عبداللہ بیگ تھا جن کی شادی آگرہ میں خواجہ مرزا غلام حسین خان کمیدان کی صاحبزادی عزت النساء بیگم سے ہوئی۔ ان ہی کے بطن سے مرزا غالب کی پیدائش ہوئی۔ جب تک ان کے دادا زندہ رہے ان کے والد کو کچھ کھانے کمانے کی فکر نہ رہی لیکن جب مغل حکومت کی حالت دگرگوں ہونے لگی تو انہوں نے لکھنؤ اور حیدرآباد میں وقتی ملازمتیں کیں۔ اور بالآخر راجستھان کے 'الور' جا کر بختاور سنگھ کی فوج میں ملازمت حاصل کر لی اور وہیں کسی معرکے میں لڑائی کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

مرزا غالب نے شعر گوئی کی شروعات بہت کم عمری میں کی جس میں وقت کے ساتھ ساتھ پختگی آتی گئی۔ ابتدا انہوں نے فارسی زبان میں شاعری سے کی بعد اردو شعر گوئی کی جانب توجہ دی یہی وجہ ہے کہ ان کی ابتدائی دور کی اردو شاعری میں فارسی کا غلبہ صاف نظر آتا ہے لیکن انہوں نے بعد میں پھر اردو شعر گوئی کو اس اثر سے پاک رکھا چونکہ عربی فارسی زبان پر انہیں گرفت تھی اس لیے ان زبانوں کے تراکیب اور تشبیہات و استعارات کا وہ تاحیات خوبصورت استعمال کرتے رہے۔ جیسا کہ پہلے عرض ہوا ان کی روزی روٹی پنشن سے چلتی تھی اور یہ پنشن شاہ وقت یا حکومت وقت کی جانب سے دی جاتی تھی چنانچہ اسی پنشن کے خاطر انہوں نے کانپور، الہ آباد، بنارس، پٹنہ، کلکتہ اور کئی

جگہوں کے اسفار کیے اوران جگہوں کو تاریخی حیثیت عطا کی۔ان میں سب سے طویل سفر،سفر کلکتہ ہے جہاں وہ 1828ء میں تشریف لائے اور تقریباً دو برس تک یہاں ان کا قیام رہا۔گرچہ یہاں ان کی خاطر خواہ پزیرائی نہ ہوئی نہ ہی ان کی امید برآئی لیکن باوجود اس کے کئی اعتبار سے سفر کلکتہ ان کا کافی یادگار رہا اوران کی مشہور مثنوی 'باد مخالف' یہاں کے سفر کے بعد ہی لکھی گئی۔کلکتہ کے حوالے سے ان کا یہ شعر کافی مشہور اور یادگار رہے۔

کلکتے کا جو ذکر کیا تونے ہم نشیں
اک تیر مرے سینے میں مارا کہ ہائے ہائے

اس درمیان ان کی زندگی میں کئی پریشانیاں آئیں۔معاشی تنگی نیز کئی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انہیں دہلی کالج میں استاد کی حیثیت سے تعلیم دینے کی پیش کش بھی ہوئی لیکن اپنی طبیعت کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا۔آخر ان کی وابستگی قلعہ معلیٰ سے ہوئی اور انہیں شہنشاہ کی جانب سے خاندان تیموریہ کی تاریخ فارسی زبان میں لکھنے کی ذمہ داری سونپی گئی اور پچاس روپے ماہانہ طے ہوا۔ یہ کتاب ''مہر نیم روز'' کی شکل میں سامنے آئی۔اسی دوران شہنشاہِ وقت بہادر شاہ ظفر نے انہیں نجم الدولہ، دبیر الملک، نظام جنگ کے خطابات سے نوازا۔اسی درمیان شیخ ابراہیم ذوق کے انتقال کے بعد بادشاہ وقت نے آپ سے اصلاح لینی شروع کی اوران کی تنخواہ میں اضافہ ہوا۔لیکن شومئی قسمت کہ اسی وقت 1857ء کا غدر چھڑ گیا اور دلی کا شیرازہ بالکل بکھر سا گیا۔مرزا غالب کا خاندان بھی اس سے کافی متاثر ہوا اور آپ بالکل بیمار رہنے لگے شراب نوشی کی وجہ سے صحت بھی خراب رہنے لگی۔اسی کسمپرسی کی حالت میں 15 فروری 1869ء کو دہلی میں آپ انتقال فرمائے اور یہیں مدفون ہوئے۔

12.4 غالب کی شعری انفرادیت

غالب اردو کے ایک عظیم شاعر ہیں جن کی مقبولیت روز بروز دوبالا ہوتی جارہی ہے۔ان کی شاعری کے رنگ مختلف ہیں۔ایک جانب جہاں سنجیدگی ہے تو وہی دوسری جانب شوخی اور جدت طبع،ایک جانب عام فہم انداز ہے تو دوسری جانب مشکل پسندی اور رعایت لفظی غرض کہ زندگی کے مختلف رنگ اور اسالیب ان کے یہاں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ان کا دیوان گرچہ مختصر ہے لیکن یہ رنگا رنگ پھولوں کا گلدستہ معلوم ہوتا ہے جس سے ہر شخص اپنے ذوق اور پسند کا پھول چن سکتا ہے۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور۔ غالب کی شعری انفرادیت میں موضوعات،انداز بیاں اور اسلوب سبھی کا بڑا دخل ہے جنہیں مندرجہ ذیل نکتوں کے ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے۔

1۔ **جدت طبع اور انوکھا انداز بیان**۔غالب کی شاعری کی سب سے بڑی خوبی ان کا انوکھا انداز

بیان اور جدت طبع ہے۔ایک جانب زندگی کی تمام لوازمات کو اپنی غزلوں میں جگہ دی تو دوسری جانب اسے وہ انوکھا انداز بیان عطا کیا جو اس سے قبل عنقا تھی۔ غالب خود کہتے ہیں۔

مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا غالب نے جس انداز سے زندگی کے موضوعات کو اپنے اشعار میں باندھا ہے اس سے ان کی انفرادیت کا خود اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ترے وعدے پر جیے ہم، تو یہ جان جھوٹ جانا کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

2۔ فکری و فلسفیانہ اساس۔ غالب کے کلام کی ایک اہم خوبی اس کا فکری اور فلسفیانہ پہلو ہے۔ غالب سے قبل اردو غزل کی دنیا بالکل محدود تھی آپ نے فکر، فلسفہ، منطق اور استدلال سے اس کے دامن کو وسیع تر کیا۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں جن سے ان کی فکر اور ذہن کو انگیز کیا جا سکتا ہے۔

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج مشکلیں مجھ پہ پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

3۔ منطق و استدلال۔غالب نے زندگی کا اس قدر مطالعہ کیا کہ ان کے اندر ایک آگہی اور دانش مندی پیدا ہو گئی جو ان کے ذہن میں کئی سوالات پیدا کرتیں اور پھر نہایت خوبصورتی سے خود وہ اس کے جواب دیتے۔ان کا یہ انداز ان کے بعد اقبال کے یہاں ہمیں ملتا ہے۔شکوہ، جواب شکوہ اس کی بہترین مثال ہے غرض ان کے اس جواب میں ان کی منطق ،استدلال اور فکر کا بڑا دخل ہوتا۔ یہ سب غالب کی شاعری کی وہ خوبیاں ہیں جو انہیں انفرادیت بخشتی ہیں وہ یونہی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شئے کو اعلیٰ بنا کر پیش نہیں کر دیتے۔ بلکہ اس میں ان کی فکر اور منطق شامل ہوتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

اور بازار سے لے آئے، اگر ٹوٹ گیا ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی، نہ طور پر دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

بوئے گل نالۂ دل دود چراغ محفل جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

4۔ صوفیانہ عناصر۔غالب گرچہ ایک صوفی شاعر نہیں تھے۔اور نہ ہی انہوں نے عملی طور پر صوفیانہ

زندگی اختیار کی لیکن ان کی سوچ اور فکر پر صوفیانہ رنگ ضرور غالب تھا۔ انہوں نے ایسے اشعار پیش کیے ہیں جن سے ان کے صوفیانہ لہجے اور فکر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مثلاً

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

لیکن چونکہ عملی طور پر انہوں نے طاعت زہد کی پیروی نہیں کی اور ہمیشہ قلندرانہ زندگی گزاری۔ انہوں نے اس بات کا اعتراف بھی کیا۔

یہ مسائل تصوف یہ تیرا بیان غالب تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

5۔ تصورحسن وعشق۔ غالب کی شاعری میں اگر ایک جانب فلسفہ ومنطق ہے تو دوسری جانب حسن وعشق کے لوازمات بھی نہایت توانا ہیں انہوں نے حسن وعشق کے موضوعات کو اپنی شاعری میں نہایت خوبصورتی سے برتا اور اس کا نقشہ کھینچا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا ان کا محبوب شوخ وچنچل ہے۔ وہ اپنی اداؤں سے عاشق کا دل لبھاتا ہے اور عاشق اس کی اداؤں سے محظوظ ہوتا ہے۔

محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

6۔ طنزوظرافت۔ طنزوظرافت غالب کی شخصیت کے اہم پہلو ہیں۔ طنزوظرافت مرزا غالب کے یہاں کوٹ کوٹ کر بھری ہے وہ باتوں باتوں میں اس طرح طنز کے تیر لگا جاتے ہیں کہ سمجھنے والا سمجھ بھی جاتا ہے۔ اور چوٹ بھی نہیں لگتی۔ شعر ہو یا نثر یہ انداز ہر جگہ غالب ہے ان کے چند اشعار دیکھیں۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

7۔ انسان دوستی اور انسانیت نوازی۔ غالب کی شاعری کا ایک اہم پہلو ان کی انسانیت نوازی اور انسان دوستی ہے۔ ان کا یہ شعر مشہور زمانہ ہے۔

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

غالب کے دیوان میں ایسے بے شمار اشعار ہیں۔ جن میں انسان دوستی، انسانی قدریں، انسانی

تعلقات اور انسانی ضرورتوں پر بحث کی گئی ہیں اور اخلاقی درس دیے ہیں ان میں چند اشعار ایسے ہیں جس میں انہوں نے براہ راست بحث کی ہے۔

8۔ گنجینہ معنی کا طلسم۔ غالب کی شاعری کئی اوصاف سے پر ہیں مثلاً تہہ داری، ذو معنی بیان، دشوار پسندی، رمز و کنایہ، معنی آفرینی، استفہامیہ انداز، تجاہل عارفانہ، خوبصورت تشبیہات و استعارات، اور الفاظ کا خوبصورت در وبست یہ وہ تمام اوصاف ہیں جس نے ملکران کے کلام کو ایک مقام اور مرتبہ عطا کیا ہے۔ لیکن بعض اوقات وہ ایک ایسی لفظی بازی گری سے کام لیتے ہیں کہ قاری عش عش کر اٹھتا ہے اور اس کی موسیقیت اور نغمگی میں بھی کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ یہ اشعار دیکھیں۔

تجھ سے قسمت میں مری صورت قفل ابجد　　تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

یک نظر بیش نہیں فرصت ہستی، غافل　　گرمئ بزم ہے اک رقص شرر ہوتے تک

نینداس کی ہے، دماغ اس کا ہے، راتیں اس کی ہیں　　تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہوگئیں

انہی خوبیوں کے بنا پر غالب خود کہتے ہیں۔

گنجینہ معنی کا طلسم اسے سمجھیے　　جو لفظ کہ غالب میرے اشعار میں آوے

12.5 غالب کی نثری انفرادیت

غالب کی خوش بختی یہ ہے کہ انہیں صرف اردو شاعری نہیں بلکہ اردو نثر میں بھی وہ مقام حاصل ہوا جس نے ان کے نام کو زندہ جاوید بنا دیا۔ اردو نثر میں اپنی بے باک تحریر اور نرالے انداز کی وجہ سے آپ جدید اردو نثر کے موجد قرار پائے اور آج پوری دنیا دل سے اعتراف کر چکی ہے کہ آپ اگر اپنے خطوط میں اس قدر سادہ اور عام فہم زبان کا استعمال نہ کرتے تو جدید اردو نثر اتنی جلدی ارتقا پذیر نہیں ہوتی گرچہ اس وقت سرسید نے بھی علمی زبان لکھنی شروع کی لیکن ان کے یہاں اتنی بے باکی اور سہل پسندی نہیں غالب جن کے قایل تھے۔

ایسے وقت میں جب مشکل پسندی، رعایت لفظی، قافیہ پیمائی اور دشوار پسندی، انشا پردازوں کے اصل جوہر تھے آپ نے اسے ایک نئی شناخت عطا کی اور اپنے خطوط میں بالکل سادہ، سلیس اور عام فہم زبان استعمال کیے جس نے آگے چل کر ایک نئی روایت کو جنم دیا۔ گرچہ ابتدا میں غالب کو اپنی فارسی دانی پر فخر تھا اور فارسی میں انہوں نے کئی کتابیں بھی ترتیب دیں لیکن انہیں جلد ہی اردو کی اہمیت وحقیقت کا احساس ہو گیا اور انہوں نے اس کی جانب مراجعت کی بلکہ اپنے آخری ایام میں انہوں نے اردو خطوط نگاری ہی کو اپنی زندگی کا سلیقہ بنا لیا اور سرعت کے ساتھ اپنے ہم نواؤں کو خطوط لکھے۔ نثر میں بنیادی حیثیت ان کے خطوط کو حاصل ہے۔ جو انہوں نے اپنے دوست، احباب اور

کرم فرما، مخلصین اور اپنے شاگردوں کو لکھے ہیں ۔آخری ایام میں ان کا یہی مشغلہ رہ گیا تھا انہوں نے کئی جگہ یہ باور بھی کرایا ہے کہ آخری ایام میں انکے دو ہی کام رہ گئے تھے ایک خط لکھنا اور دوسرے خط کے جواب کا انتظار کرنا گرچہ کہنے کو تو یہ خطوط ہیں لیکن اس میں انہوں نے اس وقت کے سماجی، سیاسی اور معاشی حالات کا اس طرح ذکر کیا ہے کہ گویا یہ ان کی شخصیت اور سماج کی روداد بن گیا۔ان کے خطوط کے بھی کئی خصوصیات ہیں جس کی انفرادیت کو سمجھا جا سکتا ہے۔

ان کے خطوط کے کئی مجموعے منظر عام پر آئے عود ہندی، اردوئے معلیٰ، مکاتیب غالب وغیرہ۔ غالب کے خطوط کی نثری انفرادیت بالخصوص ان کے خطوط کی خوبیوں کو مندرجہ ذیل خوبیوں کے ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے۔

1۔ **غالب کے خطوط ان کی شخصیت اور سماج کے عکاس۔** غالب کے خطوط ان کی شخصیت اور سماج کے اصل آئینہ دار ہیں خط دراصل وہ ذرائع ہوتے ہیں جس میں انسان مکتوب الیہ کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیتا ہے۔وہ خط میں اپنا حال دل یوں بیان کرتا ہے گویا مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے درمیان کوئی رازدارانہ گفتگو ہو رہی ہو یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات ایسے خطوط کو کسی کی نجی ڈائری سے بھی زیادہ نجی مانا جاتا ہے کیوں کہ اس میں مکتوب نگار، مکتوب الیہ کے سامنے اپنی چھوٹی بڑی تمام باتیں شیئر کر دیتا ہے اپنے دل کا حال کھول کر رکھ دیتا ہے کچھ غالب کے ساتھ بھی یہی ہوا ان کے جتنے بھی خطوط ہیں ان میں انہوں نے صرف اپنے آس پاس کے حالات ہی کو نہیں بلکہ اپنے داخلی حالات بھی کھل کر بیان کیے ہیں۔ ایک جگہ وہ احمد حسن مینا مرزا پوری کو اپنی صحت و حالت کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

''قبلۂ حاجات! میرا حال کیا پوچھتے ہیں۔ زندہ ہوں مگر مردے سے بدتر۔ جو حالت میری آپ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما گئے تھے۔ اب تو اس سے بھی بدتر ہے۔ مرازپور کیا آؤں، اب سوائے سفر آخرت اور کسی سفر کی نہ مجھ میں طاقت ہے نہ جرأت، جوان ہوتا تو احباب سے دعائے صحت کا طلب گار رہتا۔ بوڑھا ہوں تو دعائے مغفرت کا خواہاں ہوں: سچ تو یہ ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا۔ طبعیت میں وہ مزہ سر میں وہ سودا کہاں۔ پچاس پچپن برس کی مشق کا کچھ ملکہ باقی رہ گیا ہے۔ اس سبب سے فن کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں۔''

2۔ **جدت طرازی اور جدید نثر کی ابتدا۔** غالب نے اپنے خطوط کے ذریعہ جدید نثر کی بنیاد ڈالی۔ اس میں کوئی دورائے نہیں لیکن اس کی ابتدا میں ہی انہوں نے وہ گل بوٹے کھلائے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ انہوں نے اپنے خطوط کے ذریعہ ایک نئے انداز کی بنیاد ڈالی جس کا انداز نرالا ہے اور بیان بے باک ہے۔ وہ اپنے مکتوب الیہ سے اس طرح مخاطب ہوتے ہیں گویا وہ

ان کے سامنے بیٹھا ان سے محو گفتگو ہو۔ان سے ناراضگی کا اظہار کرتے، ڈانٹ پلاتے اپنے حالات بتاتے اور پھر ان کی خیریت پوچھتے ایسا محسوس ہوتا گویا قاری ان کے خط کی قرأت نہیں کرر ہا بلکہ ایک ڈائلاگ سن رہا ہے۔اس بات کا اعتراف انہوں نے خود کیا کہ مراسلہ کو مکالمہ بنادیا ہے۔ایک جگہ مرزا حاتم علی مہر کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

''مرزا صاحب! میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلے کو مکالمہ بنادیا ہے
ہزار کوس سے بہ زبان قلم باتیں کیا کرو، ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔''

اس طرح مرزا ہر گوپال تفتہ کو لکھتے ہیں۔

''بھائی مجھ میں تم میں نامہ نگاری کا ہے کو، مکالمہ ہے۔''

ایک دوسری جگہ تفتہ کو لکھتے ہوئے یہ اعتراف کرتے ہیں کہ

''میں اس تنہائی میں صرف خطوط کے بھروسے جیتا ہوں، یعنی جس کا خط آیا میں جانا کہ وہ شخص تشریف لایا ۔۔۔۔۔۔۔دن ان (خطوط) کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گزر جاتا ہے۔''

3۔ **بے تکلفی اور ڈرامائی انداز** ۔غالب کے خطوط کی اہم انفرادیت اس کی بے تکلفی اور اس کا ڈرامائی انداز ہے۔غالب سے قبل القاب کی لمبی لمبی لائینیں لگی رہتیں اور خط لکھنے سے پہلے بلا شبہ مکتوب نگار کو فکر کرنی پڑتی ہوگی کہ وہ اپنے مکتوب الیہ کو کس القاب اور کن جملوں سے نوازے اور مخاطب کرے بلکہ ایسے میں خط کا مضمون بھی پس پردہ پڑ جاتا ہوگا اور اس کی اہمیت القاب کے سامنے دب جاتی ہوگی لیکن غالب ان تمام روش سے ہٹ کر بالکل نئے انداز کی بنیاد ڈالی اور بنا کسی القاب اور بھاری بھرکم جملوں کے بڑی سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ سامنے والے کو مخاطب کیا۔اس طرح کے تخاطب سے ان کے خط میں ایک ڈرامائی انداز پیدا ہوگیا ہے۔ایک جگہ وہ خط کے شروع میں یوسف مرزا کو لکھتے ہیں۔

''کوئی ہے، ذرا یوسف مرزا کو بلائیو، لو صاحب وہ آئے۔''

اس طرح کا نداز اور انداز تخاطب بے شک غالب ہی کا خاصہ ہے جس کے ذریعہ انہوں نے اردو نثر میں ایک نئے انداز کی بنیاد ڈالی۔

4۔ **شوخی وظرافت** ۔شوخی وظرافت مرزا غالب کی شخصیت کی خاص شناخت ہے۔انہوں نے اپنی شاعری ہوں یا نثر ہر جگہ اپنی شوخی کا احساس دلایا ہے ان کے خطوط میں یہ انداز زیادہ پختہ اور رواں ہے۔اپنے خطوط کے سنجیدہ سے سنجیدہ موضوعات کو بھی اپنی شوخی وظرافت سے ایک نیا رنگ عطا کر دیتے ہیں کہ پڑھنے والا اس میں محو ہو کر رہ جاتا ہے ان کی طبیعت میں شوخی اس طرح بھری تھی جیسے قوس وقزح میں سات رنگ۔

5۔ خطوط بنام رپوتاژ۔ غالب کے خطوط کی ایک بڑی خوبی رپورٹ نگاری ہے جو آگے چل کر رپوتاژ کے نام سے مشہور ہوئی اور خبریں سننے اور سنانے کا سلسلہ جاری ہوا۔ اس کی شروعات بہت پہلے ہی غالب اپنے خطوط کے ذریعہ کر چکے تھے۔ خبریں اور خبروں پر تبصرہ یہ ہماری معاشرتی جبلت میں شامل ہے۔ ہم ایک دوسرے کی خبر لیتے اور اس پر تبصرہ کرتے ہیں۔ یہ عناصر غالب کے خطوط میں بدرجہ اتم موجود ہیں انھوں نے اپنے خطوط میں اپنے دل کا حال ہی نہیں بیان کیا بلکہ اپنے آس پاس اپنے دوست احباب اور اپنے ساتھ ہونے والے تمام حالات کا بیان ان خطوط میں کیا ہے گویا یہ خط خط نہیں بلکہ ان کی آپ بیتی اور جگ بیتی ہے۔

12.6 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے

- غالب کی حالات زندگی اور ان کے عہد سے واقفیت حاصل۔
- غالب کی شعری خصوصیات سے واقف ہوئے۔
- غالب کی نثری انفرادیت سے واقفیت حاصل کی۔
- غالب کے اشعار کی خوبیاں کو الگ الگ سمجھ پائے۔
- غالب کے خطوط کی خوبیوں سے واقفیت حاصل کی۔

12.7 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ چار ایسے نام بتائیں جن کو غالب نے بار بار خطوط لکھے ہوں۔

2۔ ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم، اس کا دوسرا مصرعہ لکھیے۔

3۔ غالب کے نثری تصانیف کے نام بتائیں؟

4۔ غالب نے اپنی زندگی میں کن اہم شہروں کا سفر کیا؟

5۔ چار ماہر غالبیات کے نام بتائیں؟

12.8 سوالات کے جوابات

1۔ میر مہدی مجروح، ہرگوپال تفتہ، نواب علاؤ الدین خاں علائی، یوسف علی خاں

2۔ ملتیں جب مٹ گئیں، اجزائے ایماں ہوگئیں

3۔ عود ہندی، دستنبو، مہر نیم روز، مکاتیب غالب

4۔ کلکتہ، بنارس، لکھنو، رام پور

5۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی، مالک رام، خلیق انجم، کالی داس گپتا رضا

12.9 فرہنگ

الفاظ	معانی
سخنور	شاعر
اعتدال	میانہ روی
جدت طبع	فطرت میں نیا پن
دائم	مستقل
صریر خامہ	قلم کی آواز
بازیچہ اطفال	بچوں کا کھلونا یا غیر اہم بات
نوائے سروش	آواز غیب
لعل وزمرد	قیمتی شئے
تغافل	غفلت برتنا
عشرت	خوشی
زود پشیماں	جلد افسوس کرنا
جنبش	حرکت
خوگر	عادت
منطق	گفتگو، کلام
کیش	عادت۔ خصلت
ناگہانی	اچانک، اتفاق
مضمحل	پریشانی، تھکاوٹ

12.10 کتب برائے مطالعہ

1۔	دیوان غالب	مرزا غالب	انجمن ترقی اردو، دہلی، 1989
2۔	یادگار غالب	مولانا الطاف حسین حالی	غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، 1996

3۔	آثار غالب	شیخ محمد اکرام	لکھنؤ، سال اشاعت ندادر
4۔	ذکر غالب	مالک رام	مکتبہ جامعہ، دہلی 1964
5۔	روح غالب	محی الدین قادری زور	مکتبہ ابراہمیہ ،حیدرآباد، 1939
6۔	غالب اور آہنگ غالب	یوسف حسین خان	غالب اکاڈمی، نئی دہلی، 1971
7۔	غالب کی شخصیت اور شاعری	رشید احمد صدیقی	قومی کانسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی، 2000
8۔	املائے غالب	رشید حسن خاں	غالب اسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، 2000
9۔	غالب کے خطوط	خلیق انجم	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، 1987
10۔	مرزا اسداللہ خاں غالب (مونوگراف)	پروفیسر شہزاد انجم	مغربی بنگال اردو اکاڈمی، کولکاتا، 2020